بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوشبوئے علم و فن سے .... مہکی ہے انجمن ہے
گلہائے رنگ برنگ سے خوش رنگ ہے چمن ہے
[فیضان احمد اعظمی]

پاسبانی تراشے
ماہ
اگست 2020

پاسبانی تراشے

جمع و ترتیب

مسعود اعجازی اورنگ آبادی ممبر آف پاسبان علم وادب

نام کتابچہ	:	پاسبانی، تراشے
جمع و ترتیب	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
صفحات	:	(59)
اشاعت	:	اگست / 2020 /
ترتیب و تزئین	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
موبائل نمبر	:	(+91) 7387127358

فہرست مضامین

مناجات در بارگاہ رب العلمین!

بقلم :- مولانا فیضان احمد اعظمی

دونوں جہاں کی نعمتیں....... یا ذوالجلال دے
علم و عمل میں مجھ کو مرے رب کمال دے

رکھ آزمائشوں سے ہمیں...... دور تو سدا
یارب تو اپنے فضل سے رزق حلال دے

طوفان معصیت سے گھرے ہر طرف سے ہیں
کشتی مری بھنور سے .... خدا یا نکال دے

غافل ہوں تیری یاد سے ایسا کبھی نہ ہو
رب کریم ایسا نہ جیون میں حال دے

غم آخرت کا دل میں ہمارے تو پیدا کر
دنیا کی فکر دل سے ہمارے نکال دے

کمزور ہم بشر ہیں جسے سہہ نہیں سکیں
یا رب کبھی نہ ایسا تو رنج و ملال دے

زیغ وضلال سے تو......... پناہ کر ہمیں عطا
یارب کبھی بھی دل میں نہ ایسا خیال دے

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم !

بقلم :- مولانا فیضان احمد اؔعظمی

آمد سے مصطفی کی...... منور سماں ہوا
خوشبو سے ان کی سارا معطر جہاں ہوا

ہوتا ہے ذکر پیارے نبی کا کہیں اگر
میرے لئے درود سدا حرز جاں ہوا

ہلنے لگے تھے قیصر و کسری کے تاج و تخت
دنیامیں جب ورود........... شہ دوجہاں ہوا

ظلمت کدے میں. دنیا کے پھر روشنی ہوئی
صحرا سے جب عرب کے یہ سورج عیاں ہوا

دریا بہے ہیں عدل کےروئے زمیں پہ پھر
اسلام جس زمیں پہ ...... کبھی حکمراں ہو

پروانہ رضائے الہی............ ملا اسے
جس پر کبھی بھی نور نبی ضو فشاں ہوا

فیضان منھ دکھاؤگے کیسے نبی کو تم
گر انحراف حکم نبی سے یہاں ہوا

ترقی کے راستے!

بقلم :- مولانا ولی اللہ مجید قاسمی

صحیح، خوشگوار اور پائیدار ترقی کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں، ماضی سے ربط ،کشادہ ذہنی اور احساس ذمہ داری ۔

1---انسان اپنے ماضی سے کٹ کر ایک کٹی ہوئی پتنگ اور بے پتوار کشتی کی طرح ہوتا ہے جس کی کوئی منزل اور کوئی سمت نہیں ہوتی ہے ۔

آج مسلمانوں کا رشتہ ماضی سے نہایت کمزور ہوچکا ہے جس کے نتیجے میں وہ غیر اسلامی تہذیب وثقافت کے پیچھے دوڑ لگا رہے ہیں اور غیر مسلموں کی نقالی کو فیشن سمجھ رہے ہیں اور اس پر فخر کر رہے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ اس طرح وہ ترقی کی ڈور میں ان کے ساتھ ہوجائیں گے ۔ حالانکہ یہ محض ایک خواب اور سراب ہے ، اپنے ماضی سے کٹ کر نہ تو دینی اعتبار سے ترقی کرسکتے ہیں اور نہ دنیاوی لحاظ سے علامہ شبلی نعمانی کہا کرتے تھے:

"دوسری قوموں کی ترقی یہ ہے کہ وہ آگے بڑھتے جائیں ، آگے بڑھتے جائیں، اور مسلمانوں کی ترقی یہ ہے کہ وہ پیچھے ہٹتے جائیں، پیچھے ہٹتے جائیں یہاں تک کہ صحابہ کی صف میں جاکر مل جائیں"

2--- حکمت و دانائی کی باتیں اور ترقی کی راہیں مومن کا گم شدہ سرمایہ ہیں وہ انھیں

جس ہاتھ میں بھی دیکھے لپک کر لینے کی کوشش کرے ۔ اور اس معاملے میں کسی عصبیت کو راہ نہ دے ۔ اپنے ذہن اور اپنی سوچ کو بلند اور کشادہ رکھے اور عالی ظرفی اور بلند ہمتی اختیار کرے ۔

3--- قول و عمل اور فکر و نظر اور خیال میں محتاط رہنا اور ان کو پاکیزہ رکھنا ، احساس ذمہ داری اور شریعت کے الفاظ میں تقوا کی روش پر کاربند رہنا بھی ترقی کے لئے ایک لازمی عنصر ہے جس کی وجہ سے اختلاف برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ۔ اور ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنے اور ہر شخص کے ساتھ مناسب برتاؤ کرنے کی حس بیدار ہوتی ہے ۔

آج اس پہلو سے صورت حال نہایت افسوس ناک ہے ۔ معمولی اختلاف کی وجہ سے فرقے اور گروہ بنتے جارہے ہیں اور کوئی بھی گروہ دوسرے کے ساتھ مل بیٹھنے کے لئے تیار نہیں ہے یہاں تک کہ اللہ کے پاک گھر کو —جہاں سے اتفاق و اتحاد کی صدا بلند ہوتی ہے — لڑائی اور جھگڑے کا اکھاڑہ بنا لیا گیا ہے ۔ اور مسلم معاشرے میں شدت پسندوں کو نمایاں مقام مل رہا ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے اور روادار اور معتدل فکر و نظر کے حاملین کمزور اور گم نام ہوتے جارہے ہیں۔

اس لئے ترقی کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان خود کو ماضی سے مربوط رکھیں ، کشادہ قلبی اور عالی حوصلگی پیدا کریں اور اتحاد کو فروغ دینے اور راہ اعتدال پر خود چلنے اور دوسروں کو اپنے ساتھ لانے کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیں۔

احتیاط "کرونا"

بقلم :- مولانا ڈاکٹرارشد قاسمی

کرونا بھی ایک وایرل بیماری ہے یا یوں کہ لیں کرونا وایرل جنس کی ایک نوع ہے اس لئے اسکی علامات وایرل بخار جیسی ہی ہیں اور اس سے بیشتر متاثر افراد صحتیاب بھی ہورہے ہیں ممکن ہے ہم میں سے بہت سے لوگ اس متاثر ہوئے ہوں اور بغیر کسی علامت کے یا علامات کے ساتھ صحتیاب بھی ہوگئے ہیں اور ہمیں پتہ بھی نہ چلا ہو ہاں کچھ لوگ جن پر اس بیماری کا غلبہ ہوجاتا ہے شدید متاثر ہوجاتے ہیں اور جان دیدیتے ہیں ۔
انھیں "کچھ لوگوں" میں ہمارا نام نہ آجائے یا ہم حاملِ بیماری بن کسی کی موت کا سبب نہ بن جائیں احتیاطی اپیلیں اسی لئے ہیں ۔

اگر ہم اب تک محفوظ ہیں تو اللہ کا شکر ادا کریں اور احتیاط بھی کرتے رہیں اگر وباء و بلاء کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو احادیث میں ان سے بچنے کے لئے دعا نہ سکھلائی جاتی اس لئے دعا بھی ہمیں کرنا چاہئے ۔اللھم ارفع عنا الوباء والبلاء

ماہ محرم میں مروجہ بدعات و رسومات

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

۱۰/ محرم الحرام ٦١ھ کو نواسہ رسول سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلاء میں مظلومانہ شہید کئے گئے۔ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی وفات اور دین محمدی کی تکمیل کے تقریباً 50 سال بعد پیش آیا۔ یہ ایک تاریخی سانحہ ہے لیکن واقعہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے شیطان (جو انسان کا ازلی دشمن ہے) کو بدعتوں اور ضلالتوں کے پھیلانے کا موقع مل گیا، اور طرح طرح کی بدعات رائج ہو گئیں، چنانچہ کچھ لوگ ماہ محرم کا چاند نظر آتے ہی اور بالخصوص دس محرم میں نام نہاد محبت کی بنیاد پر سیاہ کپڑے زیب تن کرتے ہیں ۔ سیاہ جھنڈے بلند کرتے ہیں، نوحہ و ماتم کرتے ہیں، تعزیے اور تابوت بناتے ہیں۔ منہ پیٹتے اور روتے چلاتے ہیں۔ بھوکے پیاسے رہتے ہیں۔ ننگے پاؤں پھرتے ہیں۔ گرمی ہو یا سردی، جوتا نہیں پہنتے۔ نوحہ اور مرثیے پڑھتے ہیں۔ ماتمی جلوس نکالے جاتے ہیں ۔ زنجیروں اور چھریوں سے خود کو زخمی کیا جاتاہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نیاز کا شربت بنایا جاتاہے۔ پانی کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔ (حالانکہ اس دن روزہ رکھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون اور افضل عمل ہے)۔ عاشوراء محرم کے دوران شادی و خوشی کی تقاریب نہ کرنا

(جبکہ شریعت محمدی میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ورنہ باقی سارا سال بھی دیگر جید صحابہ کی شہادت کے سوگ مناتے گزر جائے گا)، شہادت کا سوگ ہر سال منانا، یہی نہیں بلکہ عظیم صحابہ و اسلاف کو گالیاں دینا، طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا اور دیگر مختلف قسم کی خود ساختہ خرافات ، ان صحابہ واسلاف کی طرف منسوب کرنا اور ان بے گناہ لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لینا جو دین اسلام کے اولین راوی ہیں، جن کے بغیر دین اسلام کا کوئی شعبہ مکمل نہیں ہوتا، جنہیں واقعات کربلا سے دور و نزدیک کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔

اسی طرح واقعہ کربلا کی جو کتابیں پڑھی جاتیں ہیں ، وہ زیادہ تر اکاذیب و اباطیل کا مجموعہ ہیں جن کا مقصد فتنہ و فساد کے نئے دروازے کھولنا اور امت میں پھوٹ ڈالنا ہے۔

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تمام بدعات و خرافات ایک خاص مذہب کی ترویج و تبلیغ اور اس کو سہارا دینے کے لئے ایک سوچی سمجھی پلاننگ کا نتیجہ ہیں جن کی ادائیگی میں اکثر اوقات امن عامہ قائم نہیں رہ سکتا جیسا کہ سب جانتے ہیں، اسلام امن و آشتی کا دین ہے ۔ دیکھا دیکھی، اسی طرح بہت سے کم پڑھے لکھے لوگوں نے بھی اس نسبت ایسے کام شروع کردئے جن کا شریعت اسلامیہ میں کوئی وجود نہیں، جو سراسر بدعات و ضلالت پر مبنی امور ہیں، جن کی دین اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ یہ حضرات اپنے زعم میں اس مہینے کا احترام کرتے ہوئے اس کی تقدیس و احترام کو

امارات کا ایک سیاحتی سفر

بقلم :- شیخ محمد خالد اعظمی قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لو خدا حافظ تمہیں کہنے کی ساعت آگئی دل کو تھا جس بات کا دھڑکا وہ نوبت آگئی

امارات گھومنا میری دیرینہ خواہش تھی اور یہ خواہش 17 / نومبر 2019 کو پوری ہوئی جب میں اپنے حفظ کے ساتھی حافظ عبدالرحمن ڈمری کیساتھ ممبئ سے شارجہ آیا۔ تین دن شارجہ میں اپنے ایک رشتہ دار شاہد بھائی مہوا کوہنڈہ کے یہاں قیام کرنے کے بعد کرم فرما مولانا ندیم احمد شیروانی صاحب کی رفاقت میں حافظ عبدالرحمن صاحب کیساتھ ابوظبی آیا۔

یہ نومبر کی بیس تاریخ تھی ،بدھ کا دن تھا،اور اسی دن پاسبان میں جشن پاسبان منایا جارہا تھا ابوظبی میں پہلے ایڈمن اعلی صاحب کے یہاں حاضری ہوئی اس کے بعد ہم لوگ مفتی ارشد صاحب کے یہاں گئے مفتی صاحب نے ابوظبی میں مقیم پاسبان کے چھ سات ممبران کو مدعو کیا تھا یوں تو شارجہ ہی میں مولانا خالد مسعود صاحب کے یہاں سب سے پہلے پر تکلف دعوت ہوچکی تھی یہ افتتاحی دعوت زور دار تھی اس لئے بعد کی تمام دعوتیں بیحد زور دار رہیں۔

بہرحال ہم لوگوں کے پہنچنے سے پہلے ہی تمام مدعو احباب وہاں جلوہ افروز تھے،

اس طرح ان احباب(باقوی بھائی، قاری الیاس صاحب، مولانا یوسف صاحب) سے جن سے پاسبان کے اسٹیج سے صرف تحریری شناسائی تھی آج وہ نظروں کے سامنے تھے مولانا ارشاد صاحب سے بعد میں ملاقات ہوئی اور کئی بار وہ اپنے گھر لے گئے اور پر تکلف دعوت کی خوشی کا عجیب عالم تھا یقین نہیں ہورہا تھا کہ پاسبان کے ان تمام لوگوں سے ملاقات ہورہی ہے ابھی تک صرف جن کے نام سے واقف تھا۔ مفتی صاحب نے کافی اہتمام کرر کھا تھا، اس طرح اس خوشگوار ملاقات کو بھی جشن پاسبان کا نام دیا گیا۔

پھر کیا تھا دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک ہفتہ تک چلتا رہا،پاسبانی احباب باقوی بھائی قاری الیاس صاحب، مولانا ارشاد صاحب اور ایڈمن اعلی صاحب نے جی کھول کر پر تکلف ضیافت کی اور ہر جگہ تقریباً تمام احباب شریک رہے ،

ابو ظبی میں مقیم پاسبان کے تمام احباب نے اپنی محبتوں سے نوازا، مولانا ندیم احمد شیروانی صاحب نے بھی بہت یادگار دعوت کی۔

شارجہ میں مولانا خلیق اعظمی اور مولانا ناصرالدین دونوی صاحبان کے حسن اخلاق اور نصرت سے بھی بہرہ ور ہوا ،

ایک ماہ کا ویزہ تھا لیکن گھومنے میں ہی ختم ہوگیا ۔

ہمارے کرم فرما مولانا قاسم صاحب نے کہا کہ خالد بھائی اب واپس کیا جائیں گے یہیں رک جائیں اور یہیں کچھ کریں، آتے ہوئے اپنا بھی ارادہ تھا کہ اگر کوئی ترتیب

بنی تو رک جائیں گے اس لئے مولانا قاسم صاحب اور دوسرے احباب کے حوصلہ دینے کی وجہ سے ارادے کو تقویت ملی، اور رکنے کا من بنالیا، اس لئے عمان جاکر دوبارہ یو اے ای کا تین ماہ کا مزید ویزہ لیا جہاں حافظ عبد الرحمن صاحب کی بقیہ دعوت وصول کی اور واپس شارجہ آیا تین چار روز شارجہ رہ کر ابوظبی شفٹ ہوگیا اور پورا وقت ابوظبی میں گزارا اور ویزہ کی کوشش جاری رکھا احباب نے بھی کوشش کی ، لیکن اللہ کو منظور نہیں تھا اس لئے کوشش کے باوجود رکنا نصیب نہیں ہوا۔

بہر حال گھومنے کے مقصد سے آیا تھا وہ مقصد پورا ہوا پورے امارات کی سیر کی، سیر کرانے میں مولانا ندیم احمد شیروانی اور ان کے برادر خرد کا اہم تعاون رہا انھوں نے پورا ساتھ دیا جہاں گھومنا باقی رہ گیا تھا مولانا خالد مسعود صاحب نے وہاں گھمادیا، ایڈمن اعلی صاحب کیساتھ العین بھی گیا۔

امارات کے ساتوں اسٹیٹ (ابوظبی، شارجہ ،دبئ ، عجمان ،ام القوین، الفجیرہ، راس الخمیہ) میں جانا ہوا اس کے علاوہ بھی کئ جگہوں پر گیا جس کی تفصیل پاسبان میں آچکی ہے، امارات کے مختلف کورنیش کی بھی سیر کی مولانا یوسف صاحب نے ابوظبی کے خوبصورت کورنیش کی سیر کرائی اور سب سے آخری پاسبانی دعوت بھی انھیں کے یہاں ہوئی مفتی ارشد صاحب نے شروع ہی میں ابو ظبی میں بنی امارات کی سب سے خوبصورت مسجد شیخ زاید مسجد کی سیر کرائی باقی جگہوں کی سیر مولانا ندیم صاحب اور مولانا خالد مسعود صاحب کے ذریعے ممکن ہو سکی ۔

امارات میں کئی جگہوں پر قیام رہا،ابتدائی کچھ وقت شاہد بھائی کے یہاں گزارا، مولانا خالد مسعود صاحب کے ساتھ بھی اچھا خاصا وقت گزرا، وہیں کئی بار مفتی ارشد صاحب کے سمدھیانے کا دستر خوان سے محظوظ ہوا ، ایڈمن اعلی صاحب کیساتھ چار پانچ روز رہا،مفتی ارشد صاحب کے یہاں وقفہ وقفہ سے کئی راتیں گزریں ان کی غیر موجودگی میں مولانا قاسم صاحب کے یہاں بھی دو رات رہا ۔ مولانا ندیم صاحب کے گھر پر بھی قسطوں میں کئی روز رہا۔

مصفح ابوظبی میں اپنے گاؤں کی لانڈری پر بھی کچھ دن قیام کیا ، مولانا ندیم احمد صاحب کے بھائی عبدالعظیم کے یہاں بدع زاید بھی تین دن رہا،مولانا قاسم صاحب کی لانڈری سے بھر پور بہرہ ور ہوا.. کپڑا دھلنے کے ٹیشن سے انھوں نے فری کردیا تھا جو سب سے بڑی ٹینشن تھی ۔

مولانا ارشاد صاحب نے بنی یاس میں مقیم مولانا اشرف صاحب سے ملاقات کروائی، گروپ ممبر قاری شمشاد صاحب کے دولت خانہ پر بھی حاضری ہوئی اور ان سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔

مولانا ندیم صاحب کی مہربانی سے گروپ کے گمنام ممبر مولانا شاہد اصلاحی صاحب کے دولت کدہ کا بھی دیدار ہوا۔

مولانا خالد مسعود صاحب نے دبئی میں مقیم مولانا ارشاد صاحب سے بھی ملاقات کو آسان کیا۔

سب سے پہلی ملاقات دبئی میں نسیم بھائی دونہ کے ہوٹل پر مولانا فیضان صاحب سے ہوئی پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی۔

دریا پور بسہی کی باذوق شخصیت سلمان بھائی کے ساتھ اچھا وقت گزرا ان کے علاوہ بھی اعظم گڑھ کے اور کئی لوگوں سے ملاقات ہوئی جنھیں پہلے سے نہیں جانتا تھا۔

آخری پڑاؤ منڈیار کے نور بھائی کے روم پر رہا اور انھیں کے ہوٹل مطعم عرما پر بالکل گھر کے کھانے کا لطف لیتا رہا،اس دوران مفتی ارشد صاحب اور مولانا قاسم صاحب نے برابر خیال رکھا دونوں بالکل قریب رہتے ہیں گاہے گاہے ملاقات کیلئے آتے رہے ان دونوں دوستوں کی عنایتوں سے برابر مستفید ہوتا رہا ،گروپ ممبر مفتی عبد العظیم صاحب فتن پور سے بھی کئی بار ملاقات ہوئی۔

نور بھائی کے روم سے کوچ کرنے کے بعد ابوظبی میں آخری رات مفتی ارشد صاحب کے یہاں گزاری اور دوسرے دن شارجہ کیلئے روانہ ہوا مفتی ارشد صاحب ان کے بیٹے عزیزم عبد الحفیظ اور معصوم نواسے خزیمہ مولانا قاسم صاحب ابوظبی روڈ ویز لاکر شارجہ کی بس پر بٹھایا اس طرح پہلی بار یہاں کی بس کا بھی مزہ لیا ابوظبی سے روانہ ہونے سے تھوڑا پہلے بیماری کے باوجود ایڈمن اعلی صاحب بھی مفتی ارشد صاحب کے یہاں آگئے تھے ان سے بھی ملاقات ہوگئی ،باقی اور دوستوں سے ملاقات نہ ہونے کا قلق ہے۔

اب امارات کے آخری دو دن مولانا ندیم احمد شیروانی صاحب کے ساتھ رہ کر اکیس

مارچ کو بہت ساری خوشگوار یادوں کیساتھ وطن کیلیئے روانہ ہورہا ہوں ، ابھی مولانا ندیم صاحب کیساتھ ہوں ، صبح آٹھ بجے فلائٹ ہے۔

احباب سے بخیر و عافیت گھر پہونچنے کی دعا کی درخواست ہے۔

آخر میں ایک بار پھر امارات میں مقیم ان تمام احباب کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ جنھوں نے ناچیز کو اس کی حیثیت سے بڑھ کر اپنی محبتوں سے نوازا۔

خصوصاً ایڈمن اعلی صاحب، مفتی ارشد صاحب، مولانا قاسم صاحب ،مولانا ندیم صاحب، مولانا خالد مسعود صاحب، باقوی بھائی ، قاری الیاس صاحب مولانا ارشاد صاحب، مولانا یوسف صاحب، شاہد بھائی، حافظ عبد الرحمن صاحب، صادق بسہی کی محبتوں اور نوازشوں کا تہ دل سے شکریہ..

آپ حضرات بہت یاد آئیں گے آپ کی نوازشیں یاد آئیں گی ، اللہ تعالیٰ آپ تمام لوگوں کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے،اور صحت و عافیت کیساتھ اپنی امان میں رکھے جملہ شرور و فتن سے محفوظ فرمائے۔

اب تو جاتے ہیں بت کدے سے میرؔ پھر ملیں گے اگر خدا لایا

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اللہ حافظ

20/مارچ 2020ء

دیار مصلح الامت فتح پور تال نرجا کی زیارت

پہلی قسط

بقلم :- مفتی شرف الدین عظیم قاسمی

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوری ان نابغہ روزگار ہستیوں میں تھے جن کی اک نظر کیمیا اثر سے دل کی دنیا بدل جایا کرتی تھیں، دل کی مردہ زمینوں میں معرفت الہی کی بہاریں خیمہ زن ہوجایا کرتی تھیں، شاہ صاحب قدرت کی نشانیوں میں سے ایک روشن نشانی تھے، ان کی ذات زہد و تقویٰ اور عبادت وریاضت کا مجسمہ تھی، ان کے اوصاف وکمالات سے واقفیت کے بعد دل یہ کہتا ہے کہ وہ متقدمین کے عہد کے کاروان درویش کا ایک حصہ تھے،قدرت نے جنہیں بیسویں صدی میں پیدا کیا، ان کی زندگی مکمل طور پر سنت نبوی کا نمونہ تھی، ان کا سینہ عشق الہی کی شعاعوں سے روشن تھا،ان کا قلب محبت رسول کی روشنی سے معمور تھا، شاہ صاحب شریعت و طریقت کے وہ آفتاب تھے جس کی روشنی سے خطہ نہیں،علاقہ نہیں بلکہ ملک وبیرون ملک کی بھی فضائیں منور ہوئیں۔ان کی ذات روحانیت اور معرفت کا وہ جاں نواز چشمۂ صافی تھا جس کے آب حیات سے ہر سو پھیلی ہوئی الحاد وبدعات کی ویرانیاں شادابیوں میں بدل گئیں۔

سرزمین اعظم گڈھ کو بجا طور پر یہ فخر حاصل ہے کہ ہر دور میں یہ خطہ فکر وفن کے قافلوں کی آماجگاہ اور علم وہنر کا مرکز رہا ہے اسی ضلع کی شمالی سمت میں تقریباً

پینتالیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع فتح پور نامی مسلمانوں کی اکثریت پر مشتمل ایک زرخیز بستی بھی ہے جو اس وقت مئو ضلع میں شامل ہے۔

قرآن وحدیث کے ظاہری علوم و معارف کے ساتھ ساتھ باطنی عرفان وآگہی کا یہ ماہتاب شاہ صاحب کی صورت میں اسی خوشحال بستی کے افق سے نمودار ہوا، اسی زرخیز مٹی میں اس کی نشوونما ہوئی،اسی سرزمین پر اس کا بچپن گذرا اور علوم شریعت و طریقت کے حصول کے بعد جب زندگی اوج کمال پر پہونچی تو یہیں سے اس کی اصلاح وارشاد کی کرنیں پھیلنی شروع ہوئیں، یہاں تک کہ عام طالبان عشق ومعرفت کے ساتھ ساتھ وقت کے اساطین علم اور عباقرہ زماں کے لئے بھی یہ دور افتادہ بستی مرجع اور مرکز بن گئی، اور علمی ،تہذیبی وثقافتی حیثیت ومقام نیز شہر اور قصبات سے دور،وسائل حمل ونقل سے محروم یہ گاؤں ایک اللہ کے ولی کی وجہ سے شہرتوں کے آسمان پر پہونچ گیا ،طریقت کا یہ آفتاب پوری شان سے عبدیت اور معرفت کی روشنی بکھیر رہا تھا ،عزم مصمم تھا کہ اسی دشت وبیابان سے اصلاح وارشاد کی نہریں جاری ہوں گی اس مقصد کے لیے یہاں مسجد قائم ہوئی،مدرسہ کی بنیاد پڑی،اور وسیع پیمانے پر خانقاہ کا نظام جاری ہوا ،مگر قدرت کے نظام کے کے مطابق دیگر اہل شہر کے لئے بھی یہ فیض مقدر تھا اس لیے کچھ اہل شر کی شرارتوں کے باعث یہ ابر بہار یہاں سے اٹھا اور گورکھپور کی ریاست پر سایہ فگن ہوا، ایک عرصہ تک یہاں حکمت و روحانیت کا فیض پہونچانے کے بعد الہ آباد منتقل ہوا اور پھر ہمیشہ کے لیے یہیں کا ہو کر رہ گیا۔

علاقے کے اور سارے مواضعات کے ساتھ ساتھ اس بستی نے بھی ارتقاء کی راہوں پر قدم رکھا، اور وقت کے ساتھ ساتھ عصری علوم کے علاوہ دینی علوم حاصل کرنے والوں کی ایک کہکشاں تیار ہو گئی، جس میں خصوصیت سے شاہ صاحب کے ہمعصر حضرت مولانا عبد القیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری ولی اللہ صاحب نوراللہ مرقدہ امام وخطیب مسجد نور ڈونگری ممبئی اور حضرت مولانا ولی اللہ مجید قاسمی شیخ الحدیث جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڈھ قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا ولی اللہ صاحب قاسمی اس عہد کے ان علماء میں ہیں جو قدم قدم پر علمی تاریخ رقم کرتے چلے جاتے ہیں، اور کارناموں کے نقوش وقت کے سینے پر ثبت کرکے ہمیشہ کے لیے زندہ ہوجاتے ہیں، مولانا ولی اللہ صاحب کی ذات بھی ٹھیک اسی طرح تاریخ ساز، اور عہد ساز ہے' جس کا اوپر ابھی ذکر ہوا، وہ ایک بہترین استاذ اور درسی کتابوں کی تشریحات پر دسترس رکھنے والے مثالی مدرس ہیں، خوبصورت قلم کار اور نظریات ومحسوسات کو سلیقے سے ادا کرنے کی صلاحیت سے معمور ایک مضمون نگار ہیں، وہ عمدہ مصنف بھی ہیں اور مثالی محقق بھی، قدیم مسائل کے ساتھ ساتھ جدید مسائل پر گہری نظر رکھنے والے بصیرت مند فقیہ بھی ہیں، اور زبان وبیان کی نزاکتوں سے آشنا عربی و اردو کے مترجم بھی، ان تمام کمالات کے ساتھ ساتھ وہ نہایت متواضع، اور انتہائی سادہ ہیں، مگر سادگی نے ان کی نستعلیقیت اور نفاست پر کوئی اثر نہیں ڈالا ہے، متانت، سنجیدگی، وقار اور ہر چیز میں اعتدال ان کی ذات کی شناخت

ہے، وہ کرو فر اور نمود و نمائش اور اس زمانے میں مخصوص طبقے کی جو بیماریاں ہیں ان سے ان کی زندگی مکمل پاک وصاف ہے، یقینا اس عہد میں ایسی شخصیت کا وجود ملت کے لئے گراں مایہ سرمایہ ہے ،یہ اور بات ہے کہ مادیت اور مفاد کی سخت دھوپ میں لوگوں کی نگاہوں سے علم وفضل کا یہ ستارہ اوجھل ہے۔۔

معاشی لحاظ سے یہاں کے لوگوں نے تجارت کی طرف توجہ کی اور عروس البلاد ممبئ کو اس حوالے سے مرکز توجہ بنا کر وہیں رہائش اختیار کی، فتح پور قصبہ گھوسی سے بارہ کلو میٹر کے فاصلے پر بہت بڑی جھیل تال نرجا کے کنارے آباد ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے حالات پڑھنے کے بعد جسے استاذ العلماء حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی نے بڑے خوبصورت اسلوب اور سحر انگیز پیرائے میں لکھا ہے'،دل میں یہ خواہش پیدا ہو چکی تھی، کہ فتح پور میں حاضری دے کر وہاں مصلح الامت کے تاریخی آثار کا مشاہدہ کرنا چاہیے،لیکن اس کی کوئی سبیل نہیں بن رہی تھی، ادھر ہمارے علاقے کی بہت معزز اور قابل احترام علمی شخصیت حضرت مولانا ولی اللہ مجید قاسمی کا چند ماہ قبل حاضر ہونے کا حکم ہوا تھا مگر ملک کے حالیہ لاک ڈاؤن نے اس کی تکمیل کے سارے دروازے بند کردیئے تھے، اور ارادہ التواءکے سپرد ہوگیا تھا، چوبیس جولائی کو وطن حاضری ہوئی اور نیاز کے حصول کے لیے عید الاضحی کے ایک ہفتے بعد مولانا کی خدمت میں حاضری ہوئی تو فتح پور چلنے کا حکم دیا اور ہمارے رفیق درس مولانا مفتی عبداللہ قاسمی بلریاگنج جن کے مولانا سے بڑے مستحکم اور مخلصانہ مراسم ہیں ان سے

کہا، آپ، انہیں یعنی راقم کو کسی دن فتح پور لیکر آئیں۔ جمعہ کے روز جانے کی بات طے ہوگئی، اور طے شدہ وقت سے کچھ تاخیر کے بعد مولانا عبداللہ صاحب اپنی گاڑی لیکر مغرب کے وقت تشریف لائے اور برادر صغیر مولانا محمد عادل صاحب قاسمی اور راقم تحریر اس گاڑی سے فتح پور کے لئے روانہ ہو گئے ارادہ ہوا کہ اس باسعادت سفر میں رفیق درس مولانا اقبال احمد قاسمی کو بھی شریک کرلیا جائے چنانچہ فورا انہیں فون کیا وہ تیار ہوگئے آٹھ بجے گاڑی خیر آباد پہونچ گئی فون پر انہیں اطلاع کردی وہ بھیرہ روڈ پر آگئے اور اب چار افراد کا قافلہ ہوگیا۔

مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب عربی سوم سے دورہ حدیث تک میرے ہم سبق ہیں، خوش مزاج اور بہت ہی ملنسار ہیں

فراغت کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ اشاعت العلوم کوٹلہ میں تدریسی فرائض پر مامور تھے علمی ذوق رکھتے ہیں اور باصلاحیت بھی ہیں لیکن معاشی معاملات کی وجہ سے تدریسی شعبے سے علیحدگی اختیار کر لی اور بلریاگنج میں اپنے ماموں کی پینٹ کی تجارت سے وابستہ ہوگئے قدرت نے آپ کے ہاتھوں میں بڑی برکت رکھی ہے چنانچہ تجارت سے انسلاک کے بعد بڑی تیز رفتاری سے کاروبار میں ترقی ہوئی اور اسٹیٹ پیمانے پر اس کا دائرۂ کار وسیع ہوگیا، تاحال اسی بزنس میں سرگرم ہیں، بڑے فیاض اور مہمان نواز ہیں، علما اور اکابرین سے بڑی والہانہ محبت رکھتے ہیں، کہیں جانا ہو ان کو معلوم ہوجائے تو فوراً تیار اور مصروفیات سے کسی طرح وقت نکال کر حاضر۔

مولانا محمد عادل صاحب قاسمی راقم الحروف کے پڑوسی اور چھوٹے بھائی کی طرح ہیں، مکتب،حفظ وعالمیت کی تعلیم مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور میں حاصل کی بعد ازاں دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی، فراغت کے بعد عالمی پیمانے پر گوشت ایکسپورٹ کرنے والے سلاٹر ہاؤس کے فورمین ہیں، بہت خوش مزاج اور ملنسار ہیں، ان کی زبان دل کی رفیق اور دوٹوک ہے، تاہم بااخلاق ،نہایت مخلص اور علماء نواز ہیں، ناچیز سے ہمیشہ مخلصانہ روابط رہا ہے آج بھی ہے'بحمد اللہ،اس وقت دیوبند میں خوشحالی کے ساتھ رہائشی پذیر ہیں۔۔

مولانا محمد اقبال بھیروی قاسمی ،اعظم خطے کے تاریخی گاؤں جہاں علم اور علماء کی ہمہ وقت بہاریں خیمہ زن رہتی ہیں ،کے

رہنے والے ہیں، علم وفضل کی اس بستی نے بڑے بڑے تاریخ ساز عباقرہ زماں اور اعاظم رجال پیدا کیا ہے'ماضی قریب میں استاذ نا واستاذ العلماء حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی اسی خاک سے پیدا ہوئے تھے، مولانا اقبال صاحب نے مکتب کی تعلیم بھیرہ سے اور عالمیت کی تعلیم شیخ الاسلام شیخوپور میں مکمل کرکے دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی، عالمیت سے دورہ تک یہ میرے ساتھ تھے اور ہم سبق بھی، نیز میرے انتہائی قریبی اور مخلص دوست ہیں، ان کے اخلاق وکردار اور ان کی عبادت وریاضت،ان کی سادگی وبندگی اور ان کی امانت دیانت کو دیکھ کر ماضی کے بزرگوں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے'، ان کی ذات صبر و تحمل اور ایثار ووفاداری کا خوبصورت پیکر ہے،

زمانہ طالبعلمی میں ہی ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، کچھ ہی دن بعد بڑے بھائی بھی ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے گئے جو صاحب اولاد تھے،
مولانا کے اوپر ذمہ داریاں آئیں اور انہیں بحسن وخوبی نبھایا، اور آج تک سلیقے سے نبھارہے ہیں، نہایت سنجیدہ، بار قار ،اور کم آمیز ہیں مگر خشک نہیں ہیں، ان کے اخلاص اور تقویٰ کی اس زمانے میں قسم کھائی جاسکتی ہے،
دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد گھریلو ذمہ داریوں اور معاشی پھندے نے ایسا جکڑا کہ اب تک اس سے رہائی ممکن نہیں ہوسکی اور نہ ہی تدریسی اور علمی مشاغل کی طرف توجہ، تاہم اسی میں سے فرصت نکال کر دینی کام بھی انجام دیتے ہیں، اپنے محلے کی مسجد کے ذمہ دار بھی ہیں اور امام بھی،
مختصر سے عرصے میں مسجد کی شاندار عمارت مع تزئین ان کی نگرانی میں انہیں کی کوششوں سے کھڑی ہوگئی ہے،
محمد آباد کے راستے سے قافلہ روانہ ہوا، راستہ اچھا تھا اس لیے گاڑی تیز رفتار تھی فاصلے تیزی سے سمٹ رہے تھے، مگر ندرہ سرائے سے تقریباً چار کلو میٹر قبل ہی اس جدید تعمیر شدہ راستے کی انتہا ہوگئی، یہاں سے راستہ انتہائی خراب تھا جگہ جگہ خندقوں اور تالاب کی طرح گڈھے، کسی صورت سے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ راستہ ہے۔ندوہ سرائے مسلم اکثریتی قصبہ کے مانند گاؤں ہے'،روڈ پر زیادہ تر دکانیں اور آبادیاں مسلمانوں کی ہیں شاید یہی وجہ ہو یہاں کارپوریشن کی عدم توجہی کی، بازار ختم ہوتے ہی

پھر اچھی سڑک مل گئی، اور آسانی سے پونے نو بجے فتح پور آبادی سے پہلے پہلے بالکل روڈ پر واقع مدرسہ انوار العلوم پہونچ گئے۔

یہ مدرسہ بالکل لب سڑک ہے، بڑی مرتب اور عالیشان عمارت ہے' مدرسہ اور مسجد کی عمارت ایک ہی کیمپس میں خوبصورت باؤنڈری میں محصور ہے، تین منزلہ عمارت میں چاروں طرف کمرے وسیع برآمدے اور بیچ میں صحن ہے،

کمرے صحن اور برآمدے کا پورا فرش سرمئی سنگ مرمر سے ڈھکا ہوا ہے'، عمارت سے متصل مسجد بھی جدید طرز تعمیر کا نمونہ ہے، مسجد بھی تین منزلہ ہے'، مسقف اور صحن کے علاوہ احاطہ کا حصہ بھی خوبصورت سنگ مرمر کے لباس میں ہے، مسجد سے متصل اس کا ایک مسدس حصہ روڈ کی طرف ہے' جو چار منزل ہے' جو انتہائی خوبصورت ہے' اور اسی کے اوپر عالیشان گنبد ہے جو مسجد کے حسن میں اضافہ کررہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ گنبد مغلیہ طرز تعمیر کا نمونہ ہے۔

اس ادارے کے بانی حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب ہیں جو مصلح الامت کے ہمعصر ہیں اور بارہ بنکی میں دینی، اصلاحی خدمات انجام دے رہے تھے، حضرت مصلح الامت کی تھانہ بھون سے روحانی کمالات کی تکمیل ہوئی تو وہاں سے وہ بارہ بنکی حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب کے ہاں تشریف لائے اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے علاقے میں کام کروں۔

اس لیے تم میرے ساتھ چلو تم وہاں تدریسی کام کرنا اور میں اپنا کام۔ چنانچہ حضرت

کی ایما پر مولانا عبدالقیوم صاحب فتح پور تشریف لائے اور بستی میں جہاں مصلح الامت نے مسجد اور خانقاہ کی بنیاد رکھی وہیں انھوں نے مدرسہ انوار العلوم کی بنیاد رکھی، ایک عرصہ تک وہیں سے دینی تعلیم کی اشاعت ہوتی رہی،پھر مولانا کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا قاری ولی اللہ صاحب امام وخطیب مسجد نور ڈونگری ممبئی نے 1996ء میں گاؤں سے باہر پر فضا مقام پر اس کی تجدید کی اور ادارے کی شکل دی موجودہ مدرسہ اسی نشأۃ ثانیہ کی خوبصورت تعبیر ہے'۔

اس وقت یہ ادارہ محقق عصر مولانا ولی اللہ مجید قاسمی کے زیرِ انتظام ونگرانی ترقی کی طرف رواں دواں ہے، پرائمری سے عالمیت تک کی ٹھوس تعلیم کا نظم ہے، حفظ و تجوید کی بھی اطمینان بخش تعلیم ہوتی ہے، اس کے علاوہ جدید نصاب کے مطابق عصری تعلیم کا بھی عمدہ انتظام ہے'۔

ھمارا قافلہ عشاء کے وقت مدرسہ میں پہونچا اور شاندار گیٹ پر دواساتذہ نے استقبال کیا گاڑی اندر کھڑی ہوئی عشاء کی نماز فوراً ادا کی گئی مولانا محترم کچھ عرصہ سے قصبہ گھوسی میں رہائش پذیر ہوچکے ہیں،ان کا ارادہ تھا کہ ہمارے ساتھ گھوسی سے فتح پور آجائیں گے مگر چونکہ ہم لوگ وقت مقررہ سے کافی لیٹ ہوچکے تھے اس لیے اب ان کا مدرسہ پہونچنا بہت مشکل ہوچکا تھا لہٰذا فجر کے بعد آنے کا ارادہ کیا اور ہمارے لئے مدرسے میں کھانے پینے اور رہائش کا بہترین انتظام مدرسہ کے مہمان خانہ میں کردیا ، نماز پڑھ کر فوراً دسترخوان پر بیٹھ گئے،مولانا ولی اللہ صاحب نے خاصا اہتمام

کیا تھا، سیر ہو کر کھانا کھایا گیا اس کے بعد مہمان خانے کے آرام دہ بستر پر دراز ہو گئے،

صبح فجر کی نماز بعد مسجد میں ہی رفقاء کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک مولانا ولی صاحب سامنے نظر آئے خوشی کے ساتھ حیرت بھی ہوئی کہ کس قدر ان کی زندگی وقت کی پابند ہے،دل نے کہا کہ ان کی عظمت اور بلندی کا راز اسی وقت کی قدر میں پوشیدہ ہے،انھوں نے جس طرح وقت کو استعمال کیا ہے'وہ نئ نسلوں کے لیے زرین اسوۂ کامرانی ہے'۔

سلام و مصافحہ کے بعد ان کی رہنمائی میں ہم نے اس مقدس مقام کا رخ کیا جہاں وقت کے قلندر کے جلوے جابہ جا بکھرے ہوئے تھے، گاؤں کی گلیوں سے گزرتے ہوئے ہم اب اس مسجد کے سامنے تھے جسے حضرت نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائی تھی،مسجد نہایت وسیع وعریض اور فن تعمیر کا اعلی نمونہ ہے،اور اس وقت کے ماہرین کی اعلیٰ تیکنک کا مظہر ہے، مسقف حصہ جس قدر وسیع ہے اس سے زیادہ صحن کشادہ ہے چاروں کونوں پر بلند مینار اس کی دلکشی میں اضافہ کرتے ہیں، جنوبی سمت میں صدر دروازہ ہے جس کی پیشانی پر فارسی میں ایک شعر لکھا ہوا ہے نیچے مسجد کی سن تعمیر 1375ھ لکھی ہوئی ہے' ،اس لحاظ سے اس کی تعمیر پر چھیاسٹھ سال کی مدت گذر چکی ہے، زمانے کی گردشوں نے اس پر بھی اپنا اثر ڈال رکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد کی آبادی کے باوجود تجدید ومرمت کی نوبت نہیں آسکی ہے، فرش کی تزئین

اور اس میں پختہ کاری کے علاوہ پوری عمارت قدیم طرز پر اور قدیم حالت پر کھڑی ہے،

ہم نے اس کی وجہ جاننی چاہی تو معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے اہل خانہ الہ آباد میں مقیم ہیں اور وہی اس کے متولی ہیں، تعمیری یا مرمت کا کام ان کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا اور رہی اجازت ؟ تو اس کے سارے دروازے مکمل طور پر بند ہیں۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی
امام وخطیب مسجد انوار گوونڈی ممبئی

ڈاکٹر معیدالزماں صاحب قاسمی کیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ۔

بقلم :- مفتی عبید اللہ قاسمی ندوی

شب یکم محرم ۱۴۴۲ ھجری مطابق 21 اگست 2020ع کو مختصر چند روز کی علالت کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف دارفانی سے رخصت ہوگئے ۔

إنا لله وانا اليه راجعون

مرحوم دیوبند کے مشہور ماہر و تجربہ کار معالج ہونے کے ساتھ ساتھ شرافت و مروت، اعلیٰ اخلاق، نرم دلی کا حسین پیکر تھے-مریضوں کا رجوع عام رہتا بالخصوص اشراف کے گھرانے اور ان کی خواتین ان کو ترجیح دیتیں تھیں- انہوں نے تا حیات خدمت خلق کی۔ ہزاروں افراد انکی دوا سے شفایاب ہوئے۔ خلق خدا کی بے لوث خدمت کی۔ اہل شہر اور طلبۂ مدارس کے لیے ڈاکٹر معید الزماں صاحب رح اللہ تعالی کی رحمت تھے-

ڈاکٹر صاحب کا دست شفاء مشہور تھا، صاف ستھرا دواخانہ خود بھی نظافت و پاکیزگی کے خوگر ہمیشہ صاف ستھرے کپڑے میں ہی رہتے تھے-

تقریبا چالیس برس تک علاج معالجے سے وابستہ تھے اعلی اور ہلکی دوائیں دیتے تھے-دیوبند قاضی مسجد کے قریب گھر اور مطب بھی وہیں تھا-

ان کے برادراعظم مشہور زمانہ استاذ الأساتذۃ عربی ادب دارالعوام دیوبند حضرت مولانا وحیدالزماں صاحب قاسمی کیرانوی علیہ الرحمۃ تھے ، والد گرامی دارالعلوم کے قدیم فاضل حضرت مولانا مسیح الزماں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تھے، بارعب وباوقار طبیعت کے مالک تھے ۔

اللہ تعالیٰ انکے لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائیں، مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے آمین

نظم

بقلم :- مولانا عامر اعظمی، العین

کرتا ہوں رقم آج محرم کی فضیلت
سنت سے بھی ثابت ہے میاں ہے یہ حقیقت

صد شکر خدا تونے جو توفیق یہ بخشی
لکھوں میں محرم پہ ملی ایسی سعادت

سن ہجری کی ترتیب سے ہے پہلا مہینہ
ہے ماہ مبارک کی رعایت سے مسرت

ملتا ہے کتابوں میں نبی نے ہے بتایا
ہے شوق جسے پڑھ کے ابھی دیکھ لے سیرت

فرعون کو اس ماہ مبارک میں ڈبو کر
دنیا کے لئے چھوڑ دیا تاکہ لے عبرت

مٹ جائیں گناہ بارہ مہینے کے یقینا
اللہ رے عاشورہ کے روزے کی بدولت

اس ماہ محرم میں غضب یہ بھی ہوا ہے
ٹوٹی ہے اسی ماہ مبارک میں قیامت

بیٹے تھے علی کے تو نواسے تھے نبی کے
اس ماہ مکرم میں ملی ان کو شہادت

کہتے ہیں محرم کو ہے اللہ کا مہینہ
کیوں کر نہ ہو اللہ کے مہینے کی فضیلت

عاشورہ کے روزے نہ کبھی چھوٹیں اے عامر
بچوں کو بھی کرتے رہیں آپ اپنے نصیحت

عامر اعظمی، العین
25 اگست 2020

سرزمین احمد نگر مہاراشٹر کا چمکدار ستارہ
حضرت مولانا انور خان ندوی جوار رحمت میں

بقلم :- مولانا شفیق ملی معہد نعمانی راحتہ

جیسے ہی صبح موبائل کھولا یہ خبر صاعقہ اثر پڑھنے کو ملی کے آج بروز پیر 24 اگست 2020 صبحِ صادق کے وقت مولانا انور خان ندوی صاحب انتقال فرما گئے.

انا للہ وانا الیہ راجعون

بلا شبہ مولانا انور ندوی رحمہ اللہ اپنے علاقہ کے بہت مشہور و معروف عالم دین تھے وہ بھارت کی سب سے بڑی اور متفقہ تنظیم آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے معزز رکن تھے اور ہمیشہ اس کے اجلاسوں میں دور دراز کا سفر کرتے تھے مرشدالامت حضرت مولانا *رابع* صاحب دامت برکاتہم کی موجودگی میں کئ مرتبہ انہوں نے بورڈ کے اسٹیج سے عوام الناس کو خطاب بھی کیا بہترین اور منجھے ہوئے مقرر و خطیب تھے ان کی تقریر میں بلا کی روانی تھی الفاظ کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کرتے تھے اسلوب میں تنوع، جدت، اور الفاظ کا انتخاب، مطالع کی وسعت کا پتہ دیتی تھی وہ اپنے تجربات و واقعات، کو الفاظ کا ایسا جامہ پہنا کر سامعین کے اذہان کو فتح کرلیتے تھے آپ کی تقریروں میں وزن، خیالات میں پختگی، جملوں میں ربط، اسلوب میں

تنوع، اور تقریر میں روانی تھی، زور دار بلکہ گرجدار آواز مگر انداز ایسا دلنشیں کے سننے والے بڑے انہماک اور دلچپسی سے سنتے اور گھنٹوں سنتے اسی لئے انہیں طوطئ مہاراشٹر کے لقب سے بھی لوگ جانتے تھے۔

یہ تو مولانا کی زندگی کا صرف ایک پہلو تھا، مولانا کی پوری زندگی خصوصیات سے بھری پڑی ہے وہ دعوت و عزیمت کے راہی تھے دفتر چاہیے ان کے کاموں اور کارناموں کو شمار کرنے کے لئے

مولانا اکثر مدرسہ معہد نعمانی راحتہ کے جلسوں اور پروگراموں میں بحیثیت مقرر خصوصی اور چیف گیسٹ بن کر تشریف لاتے اور اپنے مواعظ حسنہ سے سب کو محظوظ کرتے،

وہ ہر میدان کے فاتح تھے انہیں سب بلاتے تھے ہندو مسلم سکھ بڑے بڑے جلسے پروگرام سمیلن مجھے یاد ہے جب شرڈی میں غیر مسلموں کا بہت بڑا اجتماع (سپتہ) تھا اس میں بھی مولانا ہی کو بلایا گیا تھا مولانا گئے اور اتحاد ایکتا اور انسانیت کا علم بلند کرکے آئے

مولانا آل انڈیا پیام انسانیت کے پلیٹ فارم سے بھی انسانیت ایکتا اور محبت کا پیغام بانٹتے تھے.

انہوں نے فراغت کے بعد کئی سال تک اپنی مادر علمی مدرسہ مفتاح العلوم کوپر گاؤں میں تشنگان علوم دینیہ کو سیراب کیا.

پھر کوپر گاؤں سے قدرت انہیں احمد نگر کھینچ لائی اور یہاں کے سب سے پرانے اور تاریخی ادارے دارالعلوم عالمگیر کی مسند حدیث پر بیٹھ کر علوم و معارف کے جلوے بکھیرے ان کے سینکڑوں شاگرد مہاراشٹر بھر میں مختلف دینی خدمات انجام دے رہے ہیں.

مسلمانوں میں تعلیمی پسماندگی کو لیکر مولانا بہت فکر مند رہتے تھے چنانچہ اسی کے پیش نظر مولانا نے. سنہ 2017 میں ایک اسکول بنام علی پبلک اسکول کی بنیاد بھی رکھی جس میں انگلش کے ساتھ ساتھ اسلامیات بھی داخل نصاب ہے اور اب یہ ادارہ الحمداللہ قلیل مدت میں ترقیات کے وہ منازل طئے کررہا ہے جو برسوں میں کسی ادارے کو ملتی ہیں، مولانا مرحوم میر کارواں تھے سالار قافلہ تھےان کے اندر وہ خصوصیات موجود تھیں جسے ڈاکٹر اقبال کی زبان میں کہیں تو یہ کہ

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز :۔ یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

یقیناً وہ شہر احمد نگر اور اس سے متعلق تمام چھوٹے بڑے شہروں کے مسلمانوں کے لئے میر کارواں کی حیثیت رکھتے تھے

مولانا دینی.، علمی، ملی، سماجی، سیاسی، اجتماعی، تمام کاموں میں پیش پیش رہتے جہاں بھی ملت کا مفاد دیکھا پہنچ جاتے تھے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ ان کی تمام خدمات کو قبول فرمائے، انکے درجات کو بلند فرمائے جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے ۔۔۔ آمین

ہم ماتم نہیں کرتے

بقلم :- مولانا حفظ الرحمن الاعظمی *

نازش ہند اقبال سہیل نے اہل تشیع کی بنیاد ہلاتے ہوئے کہا تھا

ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

یہ شعر نہیں ایک برق تپاں تھی جس نے شیعوں کی نخل تمنا کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا،شیعوں کی ماتمی روایت پر اس سے کاری ضرب آج تک کسی نے نہیں لگائی تھی ،چنانچہ اہل تشیع نے اس کے جواب کے لئے بہت ہاتھ پاوں مارے مگر ناکامی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہیں لگا ،البتہ پڑوسی ملک پاکستان کا مشہور شیعہ ذاکر محسن نقوی نے اس کا جواب دینے کی ایک کامیاب کوشش کی ، بتاتا چلوں کہ محسن نقوی اردو جدید کا ایک مشہور نام بھی ہے اس کا مشہور شعر ہے

میرے صبر پر کوئی اجر کیا میری دوپہر پر یہ ابر کیوں
مجھے اوڑھ لینے دے صعوبتیں میری عادتیں نہ خراب کر

آج صبح اپنے کرم فرما " حضرت مولانا ضیاء الحق قاسمی خیرابادی " کی بارگاہ میں حاضری ہوئی تو انکے مطالعے کی میز پر " کلیات سہیل اقبال " موجود تھی میں نے ازراہ تذکرہ کہا محسن نقوی نے ان کے شعر کا جواب دیا ہے اور ایک سنی شاعر نے محسن نقوی کا جواب دینے کی کوشش کی ہے ، حکم ہوا دونوں کو ڈھونڈوں ، تعمیل حکم

میں میں نے سوشل میڈیا کے ہر گلی کوچے کا چکر لگایا مگر مجھے صرف محسن نقوی کا ہی جواب مل پایا، حسن اتفاق طبیعت میں روانی تھی چنانچہ جواب الجواب کے لئے بیٹھ گیا اور کچھ ہی دیر میں ٹوٹے پھوٹے الفاظ جواب کے نام پر ترتیب پا گئے۔

محسن نقوی

کہتے ہیں بڑے فخر سے "ہم غم نہیں کرتے"
ماتم کی صدا سنتے ہیں، ماتم نہیں کرتے۔
اپنا کوئی مرتا ہے تو، روتے ہو تڑپ کے
پر سبط پیمبر (ع) کا، کبھی غم نہیں کرتے
وہ لوگ بھلا سمجھیں گے کیا رمز شہادت!
جو عید تو کرتے ہیں، محرم نہیں کرتے
کیوں آپ کا دل جلتا ہے، کیوں جلتا ہے سینہ؟
ہم آپ کے سینے پہ تو ماتم نہیں کرتے
گریا کیا یعقوب نے، انکو بھی تو ٹوکو
یوسف ابھی زندہ ہیں، یوں غم نہیں کرتے
آدم نے تو حوا کے لیئے پیٹا ہے سینہ
سمجھاؤ انہیں "زندوں کا ماتم نہیں کرتے
حق بات ہے، بس بغض علیؑ کا ہے یہ چکر
تم اس لیئے شبیر (ع) کا ماتم نہیں کرتے

ہمت ہے تو محشر میں، پیمبر ﷺ سے یہ کہنا
"ہم زندہ و جاوید کا ماتم نہیں کرتے "
محسن یہ مقبول روایت ہے جہاں میں
قاتل کبھی مقتول کا ماتم نہیں کرتے

خاکسار کا جواب

یہ کس نے کہا اہل سنن غم نہیں کرتے
ہم غم تو کیا کرتے ہیں، ماتم نہیں کرتے
مردوں پہ تو رونے کی روایت ہے جہاں میں
زندوں پہ مگر آہ وبکا ہم نہیں کرتے
ہم نے تو ہی سمجھا ہے یہاں رمز شہادت
سجدوں کی جگہ ہم کبھی ماتم نہیں کرتے
" یہ مار تمھیں پڑتی ہے ہر سال خدا کی
تم ورنہ کبھی شوق سے ماتم نہیں کرتے "
یعقوب کی سنت ہے فقط گریہ وزاری
یہ سوچ کے ہم بھی کبھی ماتم نہیں کرتے
آدم پہ بھی الزام ! جہالت کے نشے میں
کیوں اپنی جہالت پہ ہی ماتم نہیں کرتے!

شبیر کا، زینب کا، روا ہو بھلا کیسے
جب ہم شہ ابرار (ص) کا ماتم نہیں کرتے
سینے سے لگائیں گے نبی کہہ کے یہ اپنے
تم زندہ و جاوید کا ماتم نہیں کرتے
شبیر سے دھوکے کی سزائیں ہیں یہ ورنہ
" قاتل کبھی مقتول کا ماتم نہیں کرتے "

ایک چھوٹی کہانی، بڑا سبق

بقلم :- مفتی اشرف علی ، محمد پور

ہم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ، ایک دینی ودنیوی اعتبار سے پسماندہ سمجھے جانے والی قوم: (نٹ برادری) کے گاؤں میں دین کی نسبت سے ملنے گئے، ہمارے ساتھیوں نے وہاں عصر کی نماز ادا کی، نماز کے بعد گاؤں میں ایمان والے بھائیوں سے ملاقاتیں کی گئیں، 25 سے تیس گھر کی آبادی ہوگی، ہمارے احباب روزہ سے تھے، وہاں جانے سے قبل، افطار کے انتظام کے تعلق سے کچھ اندیشے تھے، خدمت میرے ذمہ تھی، میں نے بائک سے قریب کی دوبازاروں کا چکر لگایا، مگر لاک ڈاؤن کے پیش نظر کچھ نہ ملا، چارو ناچار واپس ہوئے، راستے کے ایک گاؤں میں کچھ بسکٹ مل گیا، اسے لے کر مسجد پہنچے، اور یہ سوچ کر صبر کرلیا کہ جن بزرگوں نے ان لوگوں کو اسلام کے آغوش میں پہنچایا ہوگا ان کی قربانیوں کے سامنے یہ تو کچھ بھی نہیں؛ مغرب کا وقت قریب آرہاتھا، اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے اپنے ننھے منے ہاتھوں میں تشتریاں لیے، مسجد کی طرف آرہے ہیں، امام صاحب نے دسترخوان لگایا، بچے لاتے رہے، دسترخوان پر رکھتے رہے تھوڑی دیر میں دسترخوان بھر گیا، اور تقریبا وہ ساری چیزیں تھیں، جو رمضان کی افطار میں ہوتی ہے، مجھے حیرانی ہوئی کہ اگر انہیں معلوم بھی ہوگیا کہ ہم روزہ ہیں تو بھی اس دور دراز کی بستی میں یہ ساری چیزیں اتنی

جلدی کیسے مہیا ہوگئیں، لیکن اس سے زیادہ تعجب تب ہوا جب معلوم ہوا کہ صرف ہم ہی نہیں یہ لوگ بھی روزہ ہیں،بچے بھی روزہ ہیں بہت سی عورتیں بھی روزہ ہیں،

محرم کا نفلی روزہ! گاؤں کی یہ دینی بیداری دعوت و تبلیغ کی برکت ہے،جو ایک زمانے سے اس قوم میں کچھ بزرگوں کے شروع کی گئی تھی اور آج بھی جاری ہے_
اللہ کے مخلص دعاۃ، متقدمین و متاخرین کو سلام

ذرا سوچیں

1_کیا ہمارے گاؤوں میں بھی، جو نسبتا مہذب اور پڑھے لکھے سمجھے جاتے ہیں روزہ کا یہ اہتمام ہے؟
2-کیا ہم نے بھی اپنی مسجد کے امام اور بچوں کے لیے معلم کا انتظام کیا ہے؟
3_ کیا ہم بھی اپنے اطراف کے پسماندہ بستیوں میں وعظ ونصیحت، اور دعوت و تعلیم کے لیے کچھ وقت نکالتے ہیں، کیا ہم نے بھی کچھ بستیاں اپنے ذمہ لی ہیں_
اگر ہاں تو ہم کو، آپ کو بھی سلام، اگر نہیں تو پھر کچھ سوچیں، کچھ عملی قدم بڑھائیں،خاص طور پر ایسے ماحول میں جب ارتداد کے خطرات بڑھ رہے ہیں _

بانئ مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

آج صبح جیسے ہی واٹسپ کھولا تو یہ خبر پڑھی کہ *پاسبان علم وادب* کے موقر ممبران پر مشتمل ایک قافلہ مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی کی زیارت اور احباب سے ملاقات نیز استاذ محترم قاری شمیم احمد صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں تعزیت پیش کرنے کے لیے رواں دواں ہے، جس میں *محترم مولانا ضیاء الحق صاحب (حاجی بابو)، رفیق محترم مفتی محمد یاسر صاحب ناظم اعلی جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور، عزیز گرامی مولانا عبد اللہ صاحب اور عزیزان احمد ضیاء اور محمود ضیاء سلمہما اللہ تعالی* شامل ہیں، اسی وقت خیال ہوا کہ چند سطریں مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی کے بانی حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب نور اللہ مرقدہ کے بارے میں لکھوں، چنانچہ یہ تحریر قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

مرشد الامت حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب نور اللہ مرقدہ

بانئ مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی

زندگی کی بے ثباتی یہی وہ واحد سچ ہے جس سے انکار کی کوئی صورت ہی نہیں۔ گزرتا ہوا ہر لمحہ ہمیں بے ثباتی کے اسی احساس سے بھرتا ہے ۔ زندگی کی تمام چمک دمک فنا پذیری کی طرف رواں دواں ہے۔

وقت کس تیزی کے ساتھ گزرتا ہے اس کا احساس ہی نہیں ہوتا، دن ہفتہ مہینہ اور پھر سال کی شکل میں گزر جاتا ہے، اور جب ہم ماضی میں جھانک کر دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو گزرے ہوئے اتنے سال ہوگئے، اسی طرح ہوتے ہوتے انسان کی پوری زندگی گزر جاتی ہے اور اسے احساس ہی نہیں ہوتا۔

وہ لوگ بڑے ہی سعید بخت ہیں کہ جن پر اس دنیا کی بے ثباتی آشکارا ہوگئی اور انہوں نے معصیت کی زندگی سے انحراف کر لیا جس کا دل بھی اس دنیا کی عارضی حیات کی حقیقت جان گیا اس کے دل سے حرص و ہوس اور عناد و کینہ سب کچھ ہی نکل جاتا ہے۔

چنانچہ حضور ﷺ نے خود اپنے بارے میں یہ مثال دی: ﴿*مَا لِي وَمَا لِلدُّنْيَا*﴾ دیکھو لوگو! میرا دنیا سے کیا سروکار، آپ ﷺ نے تو دنیا سے کوئی سروکار رکھا ہی نہیں، جب آپؐ عرب کے بادشاہ بن گئے تب بھی آپؐ کے ہاں تو کئی کئی وقت کا فاقہ ہوتا تھا ﴿*مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا*﴾ (سنن الترمذي، أبواب الزهد: 2377). میں تو دنیا میں اس طرح ہوں کہ جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سائے کی وجہ سے بیٹھ گیا، پھر وہاں سے روانہ ہوگیا اور درخت کو چھوڑ دیا، درخت اس کی منزل نہیں ہے، اس کا گھر نہیں ہے، یہ تو اس کا عارضی سا قیام تھا جسے وہ یاد بھی نہیں رکھتا کہ میری زندگی

کے اندر کوئی درخت بھی آیا تھا، بس صرف اس حد تک دنیا کے اندر دلچسپی کی اجازت ہے ، اور اگر اس سے زیادہ ہے تو پھر یہ دھوکہ ہے۔

اللہ رب العزت نے جگہ جگہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ [آل عمران: 185].

ہزاروں لوگ اس دنیا سے روزانہ راہی سفر آخرت ہوتے ہیں، کبھی کبھی تو ان پر کوئی رونے والا بھی نہیں ہوتا، کبھی چند دن ان کو یاد کرکے لوگ انہیں بھلا دیتے ہیں، لیکن کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو ہمیشہ ہمیش اپنے کارناموں کی وجہ سے زندہ رہتی ہیں، انہیں شخصیات میں ماضی قریب کے بافیض بزرگ عالم دین مرشد الامت حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم صاحب نور اللہ مرقدہ کی شخصیت تھی، جنہیں انتقال کیے ہوئے آج 22/ سال ہوگیا مگر آپ کی ذات سے فائدہ اٹھانے والے ہمیشہ رہیں گے، جب بھی مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی کا تذکرہ ہوگا اس کے ساتھ آپ کا بھی ذکر خیر ہوگا، ذیل کی سطور میں آپ کی زندگی کے کچھ گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

آپ کی پیدائش ضلع فیض آباد کے دیوریا نامی گاؤں میں 1909ء میں ہوئی، آپ کے والد صاحب کا نام محمد شفیع تھا، اس وقت گاؤں میں کوئی دینی مکتب نہیں تھا، جگہ جگہ حکوکت برطانیہ کے تحت سرکاری اسکول قائم تھے، اس لیے گاؤں کے سرکاری اسکول میں داخلہ لیا لیکن کچھ ہی دنوں بعد آپ کے مزاج سے موافقت نہ ہونے کی وجہ

سے اسکول کی تعلیم کو چھوڑ کر دینی علوم کی طرف راغب ہوئے اس کے لیے چند کلو میٹر کے فاصلہ پر قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد کی مشہور دینی درس گاہ * مدرسہ عین العلوم * میں داخل ھوئے، جہاں علاقہ کے مشہور بزرگ چاند شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کا فیض جاری تھا جو کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے شاگرد اور شیخ الِاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے رفیق درس تھے، وہاں موقوف علیہ تک کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آگے کی تعلیم کے لیے مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کا سفر کیا، اور 1346ھ / 1928ء میں وہاں داخل ھوئے اور اس کے اگلے سال دورہ حدیث شریف سے فارغ ھوئے، زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ سے روابط ہوگئے تھے، ابتداء آپ بالکل خاموش رہتے تھے، ایک مرتبہ حضرت شیخ نے فرمایا: "فیض آبادی طالب علم تو کچھ بولتے ہی نہیں"، لیکن اس کے بعد حضرت شیخ کی مجلس میں حاضری ھونے لگی، اور پھر حضرت شیخ کے دستر خوان پر بھی جمع ہونے لگے، اس وقت آپ کے ساتھ مولانا امیر احمد کاندھلوی اور چند اور رفقاء ھوتے، اسی طرح دوپہر میں حضرت شیخ کے سر پر پابندی سے تیل رکھنے کی خدمت انجام دینے لگے، اس وقت علمی سوالات بھی کرتے اور حضرت شیخ رحمہ اللہ جواب دیتے، فراغت کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا: "پیارے بہت سے متمول طلبہ فراغت کے بعد مظاہر علوم میں تدریسی خدمت کے خواہاں ھوتے ہیں مگر مدرسہ اس

کی اجازت انہیں نہیں دیتا، مگر تیرے بارے میں اهل مدرسه کی رائے هے که تو اگر چاهے تو تجھے رکھ لیا جائے"۔

* چنانچہ فراغت کے بعد 1348ھ میں آپ معین مدرس هوگئے،* مگر اسی سال رجب کے مہینے میں شدید بیماری کی بنا پر وطن واپسی هوگئی۔یہاں آنے کے بعد گھر والوں کا اصرار ہوا کہ اب یہیں خدمت انجام دو، آپ نے اس سلسلے میں حضرت شیخ کے یہاں خط تحریر فرمایا کہ گھر اور علاقے والوں کا اصرار هے که یہیں خدمت انجام دو، مگر یہاں عربی تعلیم کا کوئی نظم نہیں، جس پر حضرت شیخ نے جواب تحریر فرمایا کہ "ہماری یہی خواہش ہوتی هے که مظاهر کے فضلا اپنے علاقوں میں خدمت انجام دیں، عربی تعلیم کا نظم نہ ہونے سے دل برداشتہ نہ هوں، اصل مقصد دین کی خدمت ہے"، چنا نچہ آپ نے حضرت شیخ کے حکم پر ایک مکتب قائم کیا اور چند سال خدمت انجام دی، اس کے بعد اپنے اُستاذ ومربی حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کے حکم پر 1935ء میں ضلع جون پور کے قصبہ مانی کلاں تشریف لائے، آپ مدرسہ ضیاء العلوم کی ترقی اور علاقے میں پھیلی ہوئی بہت سی جہالت اور بدعات کے خاتمہ کے لیے گاؤں گاؤں کا سفر کرتے، اور اس کے لیے بہت قربانی دی۔ اس طرح 1973ء تک وہاں آپ کا قیام رھا، اس کے بعد 17 / صفر المظفر 1393ھ مطابق 23 / مارچ 1973ء بروز جمعہ کو مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی کی سنگ بنیاد پڑی، اسی سال ناظم مدرسہ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب دامت برکاتہم مدرسہ

مظاہر علوم سہارن پور سے فارغ ہوکر گھر آئے تو انہیں 24/ شعبان 1393ھ کو مدرسہ رھنے کے لیے بھیج دیا، اس وقت کوئی آبادی بھی نہیں تھی اور نہ کوئی تعمیر ہوئی تھی، مکتب کے دو مدرس کا قیام وہاں پر تھا، مگر شعبان میں چھٹی کے بعد وہ بھی گھر گئے ہوئے تھے، پھر دھیرے دھیرے تعمیری سلسلہ شروع ہوا اور کچھ دنوں بعد بڑے مولانا اپنے تمام رفقاء کے ساتھ یہاں آگئے، اور قال اللہ قال الرسول کی صدائیں گونجنے لگیں، بالآخر وہ روشن ستارہ جس نے تقریبا پون صدی تک اپنے علم وعمل کے ذریعہ علاقے کو منور کیا تھا 10 / محرم الحرام 1420ھ مطابق 27/ اپریل 1999ء بروز منگل کو غروب ھوگیا، اللہ تعالی ان کی قبر پر اپنی رحمت خاصہ نازل فرمائے۔

حضرت مولانا کا شمار ہندوستان کے بڑے علماء میں ہوتا تھا، آپ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب(فتح پوری) الہ آبادی کے خلیفہ تھے اسی طرح حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے بھی اجازت وخلافت سے نوازا تھا، آپ ملک کی تینوں مرکزی درسگاہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارن پور اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شوری کے ممبر تھے، اور بہت سے مدارس کی سرپرستی فرمارہے تھے۔

آج مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی نہ صرف مشرقی یوپی بلکہ ھندوستان کے اہم اداروں میں اس کا شمار ہوتا ہے، یہ سب بانئ مدرسہ کی دعا اور مدرسہ کے ناظم حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب مدظلہ کی لگن اور محنت کا ثمرہ ہے، اللہ تعالی اس

چمن کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے اور بانیٔ مدرسہ کے درجات بلند فرمائے، اور ان کی قبر کو منور فرمائے اور جنت الفردوس ان کا مسکن بنائے۔ آمین۔

کتابوں سے رشتہ جوڑنے کی ضرورت!۔

بقلم :- مولانا صابر القاسمی

دور حاضر میں ٹکنالوجی نے ذوقِ مطالعہ کو متاثر ضرور کیا ہے لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ جدید آلات (موبائل، لیپ ٹاپ اور کمپیوٹر وغیرہ) کتابوں کا بدل ہرگز نہیں ہوسکتے، مثبت طریقے سے استعمال میں ان کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا مگر یہ آلات ضرورت ہیں اصل نہیں، ان کو اصل کا درجہ دینے میں نقصان ہے، علم میں وسعت اور گہرائی و گیرائی پیدا کرنے، تقریر و تحریر میں جان اور وزن پیدا کرنے اور معلومات میں اضافے کے لئے کتابوں سے رشتہ استوار کرنے کی ضرورت ہے، دینی، اصلاحی اور تاریخی کتابوں و رسالوں کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ سے باخبر رہنے کے لئے اخباروں کا مطالعہ بھی بہت ضروری ہے۔

ہمارے مسائل اور ان کا حل

بقلم :- مفتی شاکر نثار المدنی*

مسئلہ نمبر ٦

نماز جنازہ میں امام سے آگے

سوال : حرم مکی میں میت کو مطاف سے باھر اوپری حصہ میں رکھ کر نماز جنازہ اداء کی جاتی ھے اور بہت سے لوگ امام کی طرف امام سے آگے ھوتے ھیں انکا کیا مسئلہ ھوگا....؟ کیا ان کی نماز اداء ھو جائے گی ...؟

المستفتی :- مفتی محمد أجود اللہ پھول پوری

الجواب بأسم الملهم للصدق والصواب : مسجدِ حرام میں چاہے نماز جنازہ ہو یا دیگر نمازیں، امام جس جانب ہوں اس سمت امام سے آگے نماز پڑھنے والوں کی نماز درست نہ ہوگی؛ البتہ دوسرے رخ میں اگر بالکل کعبۂ مشرفہ کی دیوار کے قریب نماز پڑھیں تو بھی کوئی حرج نہیں.

ولو تقدم على الإمام من غير عذر فسدت صلاته.

(الفتاوىٰ الهندية ١٠٣/١)

---

* استاذ حدیث وفقہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم اعظم سرائے میر اعظم گڑھ

وفی مختصر القدوري: إن صلوا جماعة استداروا حول الكعبة، بهٰذا جرت العادة، ومن كان منهم أقرب إلى الكعبة في الإمام، فإن كان في الجهة التي يصلى إليها الإمام لم يجز، وإن كان في جهة أخرىٰ جاز۔

(الفتاویٰ التاتارخانية ۳۶/۲ رقم: ۱۶۱۷ زكريا)

وفي الدر المختار (2/226) في ذكر شروط صحة الصلاة على الميت:

"ووضعه أمام المصلي فلا تصح على موضوع خلفه".

ہذا ما ظهر لی والله اعلم وعلمه اتم واحكم

حرره العبد محمد شاكر نثار القاسمی المدني غفر له

أستاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند.---------

8/5/201822/8/1439 الثلاثاء

مسئلہ نمبر ۷

ارحم نام رکھنا کیسا ہے

سوال: حضرت مفتی صاحب ارحم نام رکھنا کیسا ہے جواب عنایت فرماکر مشکور ہوں

المستفتی:- سفیان حیدر مظفر پور بہار

الجواب باسم الملهم للصدق والصواب : ارحم کے معنی ہیں بہت زیادہ رحم کرنے والا، اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لیکن ارحم الراحمین کے علاوہ اس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے بلکہ امجد، اخلد وغیرہ کی طرح انسانوں کے لیے اس کا استعمال ہے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے حدیث شریف میں: "أرحم أمتي بأمتي أبو بكر" کہا گیا ہے (ترمذی شریف ۳۷۹۰)؛ اس لیے ارحم نام رکھنے کی گنجائش ہے ، لیکن اگر کوئی اور نام رکھا جائے تو زیادہ مناسب ہے؛ کیوں کہ عام پڑھے لکھے لوگوں کو اَرحم نام کے بارے میں کھٹک ہوتی ہے.

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

حرره العبد محمد شاكر نثار القاسمي المدني غفرله

أستاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند.-------

27/8/1439ھ 14/5/2018م

مسئلہ نمبر ۸

انتقال کے بعد عقیقہ

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے یہاں دو دن پہلے ایک بچی کی پیدائش ہوئی لیکن عقیقہ سے قبل ہی اس کا

انتقال ہوگیا۔ ۔۔۔۔پوچھنا یہ ہے کہ اب اس بچی کا عقیقہ کرنا ہے یا نہیں.
المستفتی محمد ریحان منجیرپٹ (مقیم سعودی عرب)

الجواب باسم الملهم للصدق والصواب : عقیقہ زندگی میں کیا جاتا ہے مرنے کے بعد عقیقہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں؛ لیکن اگر محض شفاعت کی امید سے کر دیا جائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے

وحاصله ان الغلام اذا لم يعق عنه فمات لم يشفع لوالديه ثم ان الترمذى أجاز بها الى يوم احدى وعشرين قلت بل يجوز الى ان يموت لما رأيت فى بعض الروايات ان النبى صلى الله عليه وسلم عق عن نفسه بنفسه الخ (فيض البارى ج۴ ص ۳۳۷ كتاب العقيقة)

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

حرره العبد محمد شاكر نثار القاسمي المدني غفرله
أستاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية
بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند۔۔۔۔۔۔۔۔.

الثلاثاء15/5/201828/8/1439

مسئلہ نمبر ۹

کون سی طلاق بہتر ہے

سوال : شوہر بیوی کے درمیان رشتہ استوار نہ رہنے کی شکل میں تفریق کے لئے کیا شکل اپنانی مناسب ہے. طلاق رجعی یا بائن؟

المستفتی: ڈاکٹر محمد یعقوب اعظمی قاسمی (مقیم حال ملیشیا)

الجواب باسم الملهم للصدق والصواب : رشتہ نکاح ایک نعمت ہے، حتی الامکان اس کی حفاظت کرنی چاہئے؛ لیکن اگر معاملات اتنے خراب ہو جائیں کہ اس بیوی کے ساتھ رہنا مشکل ہو جائے تو ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کیا ہو ایک طلاق رجعی دینی چاہیے تاکہ اگر رجوع کرنا چاہے تو کرلے.

اور اگر زیادتی شوہر کی طرف سے ہو اس لیے بیوی الگ ہونا چاہتی ہو تو دار القضا میں دعوی کرکے طلاق بائن لے لے تاکہ بیوی کی رضامندی کے بغیر دوبارہ نکاح نہ ہو سکے.

أحسن الطلاق في ذوات القرء أن يطلقها طلقة واحدة رجعية في طهر لا جماع فيه. (بدائع الصنائع 3/88) دار الكتب العلمية بيروت.

أما الطلاق السني في العدد (إلى قوله) فالأحسن أن يطلق امرأته واحدة رجعية في طهر الخ۔ (فتاوى عالمگيري، قديم زكريا ۱/۳۴۸، جديد زكريا ۱/۴۱۵)ويجب لوفات الإمساك بالمعروف۔

(الدر المختار، كراچي ۳/۲۲۹، زكريا ۴/۴۲۹)

أما الأحسن: أن يطلقها واحدة في وقت السنة، ويتركها حتى تنقضي العدة۔ وفي الكافي: وروي عن إبراهيم أن أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم كانوا يستحبون أن لا يزاد في الطلاق على واحدة حتى تنقضي العدة، وهذا أفضل عندهم۔ (تاتارخانية، زكريا ۴/۳۷۸، رقم: ۶۴۷۲)

والطلاق البائن هو الذى لا يملك الزوج فيه استرجاع المرأة إلا بعقد جديد. (لسان العرب باب الباء ج۔اص۵۶۰).

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

حرره العبد محمد شاكر نثار القاسمي المدني غفرله

أستاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند.

الأربعاء 16/5/2018------29/8/1439

مسئلہ نمبر ۱۰)

اعتکاف کی قضا

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید نے رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا، ایک دن کسی شخص نے کہا کہ آپ کا پوتا میرا آم توڑ رہا ہے، زید مسجد سے باہر نکل آیا اور اپنے پوتے کو تنبیہ کرکے مسجد واپس آگیا، بعد میں معلوم ہوا کہ مسجد سے نکلنے کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہوگیا. اب معلوم یہ کرنا ہے کہ پورے عشرے کے اعتکاف کی قضا کرنی ہوگی یا صرف ایک دن کی قضا سے کام چل جائے گا نیز اس اعتکاف کی قضا کسی رمضان میں کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا غیر رمضان میں قضا کرنی ہوگی، برائے مہربانی تسلی بخش جواب عنایت فرماکر مشکور ہوں.

المستفتی : عبداللہ قاسمی چورسنڈ جون پور

الجواب باسم الملهم للصدق والصواب: رمضان المبارک کے مسنون اعتکاف میں سے اگر کسی دن کا اعتکاف کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو اس کی قضا کے بارے میں اختلاف ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پورے عشرے کی قضا کرنی پڑے گی اور صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک صرف اس دن کی قضا کر لینے سے کام چل جائے گا؛ لیکن اختلاف سے بچنے کے لیے اگر پورے دس دن کی قضا کر لے تو بہتر ہے.

اس اعتکاف کی قضا اگر رمضان میں کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اگر غیر رمضان میں قضا کرے گا تو دن میں روزہ رکھنا بھی ضروری ہے

لو شرع في المسنون أعني العشر الأواخر بنيته ثم أفسده أن يجب قضاءه

تخريجاً على قول أبي يوسفؒ (إلىٰ قوله) يلزمه قضاء العشر۔ (شامی، کتاب الصوم، باب الاعتكاف، زكريا ديوبند۳/۴۳۴، كراچی ۲/۴۴۴).

ثم رأيت المحقق ابن الهمام قال: ومقتضى النظر لو شرع في المسنون أعني العشر الأواخر بنيته ثم أفسدهٗ أن يحب قضائه تخريجا علىٰ قول أبي يوسف في الشروع في نفل الصلاة ناويا أربعاً لا علىٰ قولهما أي يلزمه قضاء العشر كله لو أفسد بعضه كما يلزمه قضاء أربع لو شرع في نفل ثم أفسد الشفع الأول عند أبي يوسف ...فيظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتكاف المسنون بالشروع وإن لزوم قضاء جميعه أوْباقيه مخرج علىٰ قول أبي يوسف أما على قول غيره فيقضي اليوم الذي أفسدهٗ لاستقلال كل يوم بنفسه۔ (شامي۲:۱۳۱).

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

حرره محمد شاكر نثار المدني القاسمي

أستاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند.-------

29/8/1439ھ 16/5/2018م الأربعاء

غزل

بقلم :- مولانا امجد صدیقی صاحب*

اب چاک کیوں نہ کردوں خرد کی قبا کو میں
سمجھا ہے جب لباس ،جنوں کی ردا کو میں

مدت رہی ہیں ہم میں کبھی ہمنوائیاں
اب کیسے دیکھ پاؤں تیرے ہمنوا کو میں

گزرا تھا ایک بار میرے دل کی راہ سے
اب تک مٹا سکا نہ تیرے نقش پا کو میں

آباد اس کے درد کے سایے میں ہے یہ دل
پھر کیوں برا کہوں گا اسی بے وفا کو میں

تم کیا گئے کہ ذہن سے ہر شئ نکل گئ
پہچانتا نہیں ہوں اب اپنی صدا کو میں

تو داغدار ہو نہ کبھی بابِ عشق میں
مجبوری کہ دیا ہے تیری ہر دغا کو میں

جس نے یہ خوب حافظہ امجد عطا کیا
ہے کیا غضب کہ بھول گیا اس خدا کو میں

* سیدپور بیگوسرائے

ہجرت کی معنویت

بقلم :- مفتی ولی اللہ مجید قاسمی۔

جب رسول رحمت ﷺ پر مکہ میں رہنے کی تمام راہیں بند کردی گئیں ، ظلم و ستم کی ترکش کا ہر تیر آزما لینے کے بعد جسم و جان کے رشتے کو کاٹ دینے کی تدبیریں کی جانے لگیں تو اس وقت آپ نے پیارے وطن سے ہجرت فرمائی ۔

بظاہر ایک بیکس و بے نوا کا بے سروسامانی کے عالم میں اپنے گھر بار کو چھوڑ کر دوسری جگہ پناہ لینا تھا لیکن حقیقت شناس نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ یہی کامیابی ، فتح مندی اور عروج کا اصل سرچشمہ ہے اور اسی حقیقت کے پیش نظر صحابہ کرام نے واقعہ ہجرت کو اسلامی تاریخ کی بنیاد قرار دیا۔

حالانکہ ان کے سامنے داعی اسلام کی پیدائش کا مبارک دن بھی تھا، نزول وحی کی ابتداء اور بدر کا پر شوکت واقعہ بھی ، اور مکہ میں پر عظمت واپسی بھی ،لیکن ان سب کو چھوڑ کر ہجرت پر اسلامی سن کی بنیاد رکھی گئی ، کیونکہ انھوں نے اس حقیقت کو پالیا تھا کہ اسلام کی سرفرازی "ہجرت مدینہ" میں مضمر ہے اور بدر و حنین اور فتح مکہ اسی پاکیزہ درخت کے برگ و بار ہیں اور ان میں باہم وہی ربط ہے جو بنیاد اور عمارت میں ہے ۔

اسلامی سال کی ابتداء ہجرت سے کرنے میں یہ راز اور حکمت بھی ہے کہ " روح ہجرت " سے مسلمانوں کی زندگی وابستہ ہے چنانچہ علامہ اقبال نے کہا ہے :

ہجرت آئین حیات مسلم است ---این از اسباب ثبات مسلم است۔

معنی او از تنک آبی رم است ---ترک شبنم بہر تسخیر یم است۔

ڈھابہ کلچر اور ہمارے نوجوان

بقلم :- مولانا ڈاکٹر ارشد قاسمی

اسلام ایک معتدل مذہب اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے تفریحِ طبع کے لئے آؤٹنگ پر جانا ، گاہے بگاہے گھر سے باہر حلال غذا سے کام و دہن کو سیراب کر لینا ، دوست و احباب کے ساتھ فارغ اوقات میں کچھ وقت تفریحا گزار لینا منافئ احکامِ اسلام نہیں لیکن یہی شوق جب راہِ اعتدال سے تجاوز کر جائے تو ناپسندیدہ اور غیر مستحسن قرار پاتا ہے۔

ہماری سوسایٹی میں ایک وبا تیزی کے ساتھ پروان چڑھ رہی ہے اور وہ ہے ڈھابہ بازی ۔

لیٹ نایٹ ڈنر کا کلچر ، وہاں ہلڑ بازی ، حقہ نوشی مسلم نوجوانوں کی پہلی پسند ہے ۔ ضیاعِ وقت کا یہ حال ہے ایک ڈنر میں کم ازکم دو گھنٹہ صرف ہوتے ہیں۔ اگر مسافت بھی جوڑ لی جائے جو بسا اوقات اوسطا بیس پچیس کلو میٹر کی ہوتی ہے تو یہ وقت چار گھنٹہ پر محیط ہوتا ہے۔

جس قوم کی شرحِ خواندگی چار فیصد سے بھی کم ہو جو اپنوں کے بیجا کرم اور غیروں کے ستم بالائے ستم سے حاشیہ پر پہونچ چکی ہو جسکاوجود خارِ مغیلاں کے مانند آنکھوں میں چبھ رہا ہو اسکے پرسنل لا پر خطرات کے مہیب بادل منڈلارہے ہوں ملازمت و

سیاست میں اسکی شناخت چراغِ سحری ہوچکی ہو اسکی نوجوان نسل چار چار گھنٹہ ڈھابہ پر گزارتی ہواس پر جتنا بھی آنسو بہایا جائے کم ہے۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیاتو نے
وہ کیا گردوں تھا جسکا ہے تواک ٹوٹاہوا تارا

ضروت ہے کہ سماج کے بیدار مغز افراد اب اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں وقت کی قیمت امت کے نونہالوں کو بتلایئں اپنے قیمتی ورثہ کی حفاظت کی فکر کریں اسراف و فضول خرچی کی شناعت سے آگاہ کریں اپنے برگ و بار کو شجرِ سایہ دار بنانے کی فکر کریں۔ والدین خدا کی عطا کردہ ان دونوں نعمتوں (اولاد و مال) کو راہِ مستقیم پر لگایئں ان کے دلوں میں ملت و ملک کی تعمیر اور اسپر آن پڑے نازک وقت کی دہائ دیں نئ امنگوں کے طوفان سے آشنا کریں

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں